سلسلہ فقہ الحدیث نمبر 59 بسم اللہ الرحمن الرحیم سلسلة فضائل و مناقب نمبر 1

فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

مسلمانوں کی پستی وذلت کے جہاں بہت سارے اسباب ہیں، وہیں ایک بنیادی اوراہم سبب اپنے مذہب، بانی مذہب اور جملہ صنادید وکبائرِ اسلام کی تاریخ کو فراموش کردینا ہے۔کیونکہ جو قوم اپنی تاریخ اور اس کے بنانے والی مایہ ناز ہستیوں کو بھلادیتی ہے۔اس کے تمام جذبات وامنگیں، حوصلے اور ولولے سلب ہوجاتے ہیں جو فی الحقیقت کسی ملت وقوم کی زندگی وتحریک کا سبب اور نشوونما کا باعث ہوتے ہیں۔انہیں کے ساتھ ساتھ اس قوم کا نام بھی صفحہ روزگار سے مٹتا چلا جاتا ہے۔تاریخ اسلام کی اساس وبنیاد کی خشت اوّل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی۔

امت اسلامیہ کے قوام یہی بزرگوار ہیں، یہی قرآن کریم کے مخاطب اوّل اور یہی وہ واجب الاحترام ہستیاں ہیں جن کو نبی کریم ﷺ سے بلاواسطہ شرفِ تلمذ حاصل ہوا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت اس پوری کائنات میں وہ خوش قسمت جماعت ہے جن کی تعلیم وتربیت، اور تصفیہ وتزکیہ کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول محمد عربی ﷺ کو معلم ومزکی اور استاد ومربی مقرر کیا، اللہ کے اس انعام پر وہ جتنا شکر کریں کم ہے، جتنا فخر کریں بجا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (آل عمران:١٦٤)

”اللہ نے مومنوں پر بہت بڑا احسان فرمایا کہ بھیجا ان میں سے عظیم انسان رسول، ان ہی میں سے، وہ پڑھتا ہے ان کے سامنے اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان کو، اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور گہری دانائی، بلاشبہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔“

یہی وہ ہستیاں ہیں جن کے ایمان کو اللہ رب العزت نے معیارِ حق قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ﴾ (البقرہ: ١٣٧)

”پھر اگر وہ ایمان لائیں ساتھ اس چیز کے (کہ) ایمان لائے ہو تم جس کے ساتھ، تو یقیناً وہ ہدایت یافتہ ہوگئے۔“

یہی وہ ہستیاں ہیں جن کے بارے میں زبان درازی کرنے والوں پر نفاق اور سفاہت (بے وقوفی) کی دائمی مہر ثبت کردی۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (البقرہ: ١٣)

”اور جب ان (منافقوں سے) کہا جاتا ہے کہ ایمان لے آؤ جس طرح ایمان لائے لوگ، تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لے آئیں جس طرح ایمان لائے بے وقوف؟ خبردار! بے شک یہی بے وقوف ہیں لیکن انہیں شعور نہیں۔“

یہی وہ ہستیاں ہیں جن کے صدق وامانت کی، اللہ نے گواہی دی ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴾ (الاحزاب: ٢٣)

”یہ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا جو عہد انہوں نے اللہ سے باندھا، بعض نے تو جان عزیز تک اس راہ میں دے دی، اور بعض (بے چینی سے) اس کے منتظر ہیں اور ان کے عزم واستقلال میں ذرا تبدیلی نہیں ہوئی۔“

یہی وہ ہستیاں ہیں کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے سایہ عاطفت میں آخرت کی ہر عزت سے سرفراز کرنے اور ہر ذلت ورسوائی سے محفوظ کرنے کا اعلان فرمایا گیا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ ﴾ (التحریم: ٨)

”جس دن رسوا نہیں کرے گا اللہ نبی کو اور جو مومن ہوئے آپ کے ساتھ، ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے۔“

انہی کی منقبت میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ﴾ (البقرہ: ١٤٣)

”اور اسی طرح ہم نے تم کو افضل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر اللہ کی شہادت دو۔“

اور انہی کو رسول اللہ ﷺ کا مشیر ٹھہرا کر ان کی فضیلت میں مزید اضافہ فرمادیا، اور یہ آیت مبارکہ نازل فرمادی:

﴿ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ ﴾ (آل عمران: ١٥٩)

”اے نبی (ﷺ) ان کی کمزوری کو معاف کردو، ان کے لیے ہماری بارگاہ میں استغفار طلب کرو، اور ان کو اپنے کام میں شریک مشورہ بھی کرلیا کرو۔“

انہی کو خطاب کرکے اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ (آل عمران: ١١٠)

”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالے گئے ہو تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان بھی رکھتے ہو۔“

انہی کے اخلاق حسنہ کے متعلق یہ آیت نازل فرماکر ان کے جلالِ سطوت اور کمالِ فضیلت کو اس طرح روشن اور ظاہر فرمادیا:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ (الفتح : ۲۹)

''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، اور آپس میں رحم دل ہیں (اے مخاطب) تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں، ان کی یہی صفت تورات اور یہی انجیل میں ہے، جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اسے مضبوط کیا۔ پھر وہ موٹی ہوئی اور اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی (اس وقت وہ) کسان کو خوش کرتی ہے۔ تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو غصہ دلائے، اس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔''

مسلمانوں کا ایمان ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوسرے تمام ایمان والوں اور مسلمانوں سے افضل ہیں۔ ان کی شان میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ (الحجرات : ۳)

''بے شک جو لوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازیں دھیمی رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے پرکھ لیا ہے، اُن کے لیے اللہ کی مغفرت اور اجر عظیم ہے۔''

اس آیت کریمہ میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف بیان کی گئی ہے جو نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے حضور نہایت دھیمی آواز میں بات کرتے تھے، جیسے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے ان صحابہ کرام کے دلوں کو تقویٰ اور نیک کاموں کے لیے اس طرح پاک وصاف کر دیا ہے، جس طرح آگ کے ذریعہ سونا زنگ سے صاف کر دیا جاتا ہے، اور ان کے لیے خوشخبری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا، اور انہیں اجر عظیم یعنی جنت عطا فرمائے گا۔

﴿ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ (التوبہ : ۱۰۰)

''مہاجرین وانصار میں سے جنہوں نے اسلام لانے میں سابقیت واوّلیت کا شرف حاصل کیا، اور وہ لوگ جنہوں نے نیکوکاری میں ان کی اتباع کی، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں ایک جگہ پر بتایا جا رہا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نیکیاں قبول فرمالیں، ان کی بشری لغزشوں کو معاف فرما دیا، اور وہ ان سے ناراض نہیں۔ کیوں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کے لیے جنت اور جنت کی نعمتوں کی بشارت کیوں دی جاتی؟ جو اسی آیت میں دی گئی ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ رضائے الٰہی موقت اور عارضی نہیں، بلکہ دائمی ہے اگر رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مرتد ہو جانا تھا (جیسا کہ ایک باطل ٹولے کا عقیدہ ہے) تو اللہ تعالیٰ انہیں جنت کی بشارت سے نہ نوازتا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی ساری لغزشیں معاف فرما دیں تو اب تنقیص وتنقید کے طور پر ان کی کوتاہیوں کا تذکرہ کرنا کسی مسلمان کی شان کے لائق نہیں۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی محبت اور پیروی رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے اور ان سے عداوت، بغض وعناد رضائے الٰہی سے محرومی کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ﴾ (النساء: ۹۵)

''(سابقین وغیر سابقین) سب کے ساتھ اللہ کا نیک وعدہ ہے۔''

اسلام میں مسابقت کی بنیاد پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فضیلت اور درجات کی بلندی میں مختلف ہیں اور ان میں خلفائے راشدین سب سے افضل ہیں یعنی سیّدنا ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم۔

پھر عشرہ مبشرہ کو فوقیت حاصل ہے اور وہ یہ ہیں۔ چاروں خلفائے راشدین، طلحہ، زبیر، سعد، سعید، ابوعبیدہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم، پھر بدری صحابہ کا مقام ودرجہ ہے اور بعد ازاں مذکورہ بالا عشرہ مبشرہ کے علاوہ بہشت بریں کی خوشخبری پانے والے دیگر صحابہ کرام مثلاً فاطمہ، حسن، حسین، ثابت بن قیس اور بلال بن رباح رضی اللہ عنہم وغیرہ اور ان کے بعد بیعت الرضوان میں شریک چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام عظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت کا تقاضا ہے کہ ہر مسلمان صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم سے محبت کرے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ﴾ (المائدہ : ۵۴)

''پس عنقریب اللہ (اپنے دین کی حفاظت) کے لیے ایسے لوگ لائے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے۔ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔''

اللہ تعالیٰ ہم تیری بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ تو ہمارے دلوں میں ان پاکباز، عظیم المرتبت ہستیوں کی محبت پیدا فرما کر، ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما، اور اس محبت کو یوم حساب ہمارے میزان میں باعث ثقل بنادے۔ امین

☆............☆............☆

سلسلہ فقہ الحدیث نمبر 60 بسم اللہ الرحمن الرحیم سلسلة فضائل و مناقب نمبر 2

شانِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﴾ (الفتح: ۲۹) ''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔''

خالق کائنات نے عہد اَلَسْتُ کی یاد دہانی اور اہل جہان کی رشد وہدایت کے لیے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث فرمایا۔

قرآن وحدیث میں ان برگزیدہ شخصیات میں سے بعض کا ذکر خیر مذکور ہے اور بہت سے انبیاء ورسل علیہم السلام کے اسمائے گرامی مذکور نہیں ہیں، وہ اللہ جل شانہ کے علم میں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ﴾ (غافر: ۷۸)

''یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسل عظام کو مبعوث کیا، جن میں سے بعض کا تذکرہ ہم نے آپ کے سامنے کیا ہے اور بعض کا نہیں کیا۔''

قرآن کریم میں ۲۵ انبیاء ورسل علیہم السلام کے اسمائے گرامی مذکور ہوئے ہیں، اور جمہور کی رائے کے مطابق سیّدنا خضر علیہ السلام بھی اللہ کے نبی ہیں اور دو انبیاء علیہم السلام کا ذکر حدیث پاک میں موجود ہے، (۱)...... سیّدنا شیث علیہ السلام، (۲)...... سیّدنا یوشع بن نون علیہ السلام۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء ورسل کو بنی نوع انسان میں سے ہی مبعوث فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ (النحل: ۴۳)

''ہم نے آپ سے قبل بھی صرف مردوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا، جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے، پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلیا کرو۔''

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ مکرم جناب محمد ﷺ سے بھی یہی اعلان کروایا: ﴿ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾ (بنی اسرائیل: ۹۳)

''فرما دیجیے! پاک ہے میرا رب میں تو صرف ایک رسول بنا کر بھیجا ہوا انسان ہوں۔''

سورۂ کہف میں فرمایا:

﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ ﴾ (الکهف: ۱۱۰)

''فرما دیجیے! میں تو آپ ہی طرح بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ (یعنی آپ جنس انسانی سے ہیں لیکن وحی کے ذریعے آپ کو با کمال بنا دیا گیا ہے، لہٰذا آپ سیّد البشر اور امام الانبیاء ہیں)۔''

اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بنی نوع انسان کے لیے اسوہ اور قابل اتباع وپیروی بنا کر بھیجا ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب ان میں مبعوث نبی یا رسول ان کی جنس سے ہو اور اسے انسانی حوائج وعوارض درپیش ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ جب قریش مکہ نے آپ ﷺ کی بشریت کی بنا پر آپ کی نبوت کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴾ (بنی اسرائیل: ۹۵)

''فرما دیجیے! اگر زمین میں فرشتے ہوتے (کہ اس میں) چلتے پھرتے اور آرام کرتے (یعنی بستے) تو ہم ان کے پاس فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیجتے۔''

نیز نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ اور سیرت مقدسہ کو اللہ تعالیٰ نے امت کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ ''بے شک رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ میں آپ کے لیے بہترین نمونہ ہے۔''

اسوۂ کامل ہونے کا تقاضا ہے کہ آپ اشرف المخلوقات بنی نوع انسان سے ہوں اور بشریت کی سیادت کے مقام اعلیٰ وارفع پر فائز ہوں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا انبیاء ورسل علیہم السلام کو بنی نوع انسان سے مبعوث کرنا انسانیت کے لیے بہت بڑا اعزاز اور شرف ہونے کے ساتھ انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم بھی ہے۔

نسب مبارک: تمام انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام اپنے دور میں حسب ونسب، شکل وصورت، سیرت وکردار اور عقل وفہم کے اعتبار سے تمام لوگوں سے اکمل اور افضل وممتاز ہوتے ہیں، حدیث پاک میں ہے: سیّدنا واثلہ بن الاسقع سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اولا د ابراہیم علیہ السلام میں اسماعیل کو برگزیدہ فرمایا، اور اولا د اسماعیل میں سے کنانہ قبیلے کو منتخب فرمایا، اور کنانہ میں سے قریش کو پسند کیا اور قریش میں سے بنی ہاشم میں سے مجھے فضیلت بخشی ہے۔'' (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۵۹۳۸)

اسی طرح جب شاہِ روم ہرقل نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) سے نبی اکرم ﷺ کے حسب ونسب کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا تھا: ''هو فينا ذو نسب'' وہ ہم میں اعلیٰ حسب ونسب والے ہیں تو ہرقل نے کہا تھا: ''كذلك الرسل تبعث في نسب قومها'' کہ ایسے ہی پیغمبرانِ عظام علیہم السلام اپنی قوموں میں عالی نسب ہوتے ہیں۔ (صحیح بخاری، رقم: ۷)

نسب نامہ: کتب سیرو تاریخ میں سیّد البشر امام المرسلین ﷺ کا نسب مبارک یوں مذکور ہے: ابوالقاسم امام الانبیاء سیّدنا محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئ بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان اور سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ عدنان سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔

والدہ ماجدہ: سیّدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ۔

ولادت باسعادت: اس پر اتفاق ہے کہ نبی رحمت ﷺ کی عالم دنیا میں تشریف آوری عام الفیل کو حادثۂ فیل کے ۵۵ روز بعد پیر کے روز ہوئی، لیکن تاریخ کی تحدید میں اختلاف ہے، بعض نے ۲، بعض ۸ اور بعض نے ۹ اور بعض نے ۱۲ ربیع الاول ذکر کی ہے۔ لیکن مشہور ماہر فلکیات محمود پاشا فلکی، علامہ قاضی سلیمان منصور پوری اور دیگر محققین نے ۹ ربیع الاوّل کو ترجیح دی ہے، لہٰذا ہمارے نبی اکرم ﷺ موسم بہار میں دوشنبہ

سوموار کے دن ۹ ربیع الاول عام الفیل بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بمطابق یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق وقبل از طلوعِ نیر عالم تاب پیدا ہوئے۔ (رحمۃ للعالمین) آپ کی ولادت باسعادت شعب بنی ہاشم میں ہوئی اور یہ نوشیروان کی تخت نشینی کا چالیسواں سال تھا۔ (الرحیق المختوم)

سیرتِ طیبہ: سیرت سے مراد کسی شخص کی شکل وصورت اور اس کے افعال وکردار ہوتے ہیں، بعد میں یہ لفظ مذہب اور طرزِ زندگی کے لیے مستعمل ہوا، لہٰذا ''سیرۃ النبی ﷺ'' سے مراد آپ کا حسن وجمال، اخلاقِ حمیدہ، خصال جمیلہ اور منہج حیاتِ طیبہ ہے اور نبی اکرم ﷺ اپنی رعنائی وزیبائی اور حسن صورت میں بھی پوری مخلوق میں بے مثال اور حسن سیرت وکردار میں بھی لاجواب ہیں۔

حلیہ مبارکہ: شاعر اسلام حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جمالِ رسولِ مقبول ﷺ کی خوب نقشہ کشی فرمائی ہے:

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنٌ   وَأَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ   كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

''(اے محبوب کائنات ﷺ!) آپ سے بڑھ کر خوبرو انسان چشم کائنات نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ سے بڑھ کر خوبرو بیٹے کو کسی ماں نے جنم نہیں دیا، آپ کو عیوب ونقائص سے یوں مبرا پیدا کیا گیا، جیسا کہ آپ کی تخلیق کائنات نے آپ کی چاہت کے مطابق ہو۔''

ابوالطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ''آپ ﷺ گورے رنگ، پرملاحت چہرے اور میانہ قد وقامت والے تھے۔'' (صحیح مسلم، رقم: ۲۳۴۰) سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ''آپ ﷺ کا قد مبارک نہ زیادہ لمبا اور نہ ہی بالکل پست تھا بلکہ درازی مائل میانہ قد تھا، موئے مبارک نہ زیادہ گھنگھریالے نہ بالکل کھڑے کھڑے، رخسار مبارک نہ بہت زیادہ پرگوشت نہ ٹھوڑی چھوٹی اور نہ پیشانی پست، چہرۂ انور کسی قدر گولائی لیے ہوئے، رنگ گورا گلابی، چشم ہائے مبارکہ سرمگین، ہلکی سرخی لیے ہوئے، دراز پلکیں، جوڑوں اور دوشہائے مبارکہ کی ہڈیاں بڑی، سینۂ پاک سے ناف تک بالوں کی ہلکی سی لکیر، باقی جسم اطہر بالوں سے خالی، ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں پرگوشت، چلتے تو گویا ڈھلوان پر چل رہے ہوں، جب کسی طرف توجہ فرماتے تو پورے وجود کے ساتھ متوجہ ہوتے، آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی، آپ ﷺ خاتم النّبیین تھے، سب سے زیادہ سخی دست اور بہادر، صادق وامین اور پیکر وفا تھے، نرم خو اور خوش مزاج تھے، شرفِ زیارت حاصل کرنے والا بے ساختہ پکار اٹھتا کہ آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ ﷺ جیسا کوئی نہیں دیکھا ہے۔'' (زاد المعاد: ۱/۳۰۷)

اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ''آپ ﷺ کا دہن مبارک کشادہ، آنکھیں ہلکی سرخی لیے ہوئے اور ایڑیاں باریک تھیں۔'' (سنن ترمذی، رقم: ۳۶۴۶)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''کہ آپ ﷺ کے سامنے کے دونوں دانت الگ الگ تھے، جب گفتگو فرماتے تو ان کے درمیان سے جیسا کہ نور نکل رہا ہو۔'' (سنن دارمی، رقم: ۵۹)

فضائل سیّد المرسلین ﷺ: اللہ رب العزت نے انبیاء ورسل عظام علیہم السلام کو منصب نبوت ورسالت سے سرفراز فرما کر بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ (البقرہ: ۲۵۳) ''ہم نے ان (باعظمت) رسولانِ گرامی میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے۔''

اور نیز فرمایا: ﴿وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا﴾ (الاسراء: ۵۵) ''ہم نے بعض انبیائے کرام کو بعض پر فضیلت بخشی ہے اور داؤد کو زبور عطا کی ہے۔''

اور خاتم النّبیین، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام پیغمبرانِ گرامی قدر پر فوقیت عطا فرمائی ہے، جیسا کہ میثاقِ انبیاء علیہم السلام، معراج شریف کے موقعہ پر تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت اور شفاعت کبریٰ سے ظاہر ہے اور اسی طرح آپ ﷺ کی فضیلت سے متعلق بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں، جن میں سے چند ایک کا بالاختصار تذکرہ کیا جاتا ہے۔

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے چھ چیزوں کے ساتھ باقی انبیاء پر فضیلت عطا کی گئی ہے: مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے، اور دشمن پر رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے، میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا، میرے لیے زمین کو مسجد (اور اس کی مٹی تیمّم کے لیے) پاکیزہ قرار دی گئی ہے، مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور مجھ پر انبیاء علیہم السلام کا سلسلۂ مبارکہ ختم کر دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم، رقم: ۱۱۷۱) یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ ظلی وبروزی اور جو نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب ہوگا۔''

اور سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں قیامت کے روز تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور میں ہی سب سے پہلے سفارش کرنے والا ہوں جس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔'' (صحیح مسلم، رقم: ۵۹۴۰)

اور سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور آدم علیہ السلام سمیت تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور سب سے پہلے مجھ پر سے زمین شق ہوگی، میں ان چیزوں پر فخر نہیں کرتا'' (بلکہ اللہ کی نعمت ہے) (سنن ترمذی، رقم: ۳۱۴۸۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔)

اور جہاں تک کردار کی عظمت اور حسن سیرت کا تعلق ہے تو اس کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے جب اپنی دعوت کا آغاز فرمایا تو اپنی پوری قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ (یونس: ۱۶) ''میں نے تمہارے درمیان عمر کا ایک حصہ (چالیس سال) گزارا ہے کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ تو سب نے بیک زبان کہا تھا: ''ما جربنا علیك كذبا'' آپ صادق ہیں ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا۔'' اور مخالفین بھی آپ کو ''الصادق'' اور ''الامین'' کے لقب سے یاد کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کی سیرت طیبہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (القلم: ۴) ''آپ خلق عظیم کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں۔''

اور فرمایا: ﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (الانبیاء: ۱۰۷)

''ہم نے تو آپ کو تمام جہانوں کے لیے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔'' ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے حد کر دی ہے، ارشاد ہے: ﴿لَعَمْرُكَ﴾ (الحجر: ۷۲) ''(اے میرے حبیب ﷺ!) مجھے آپ کی عمر مبارک کی قسم۔'' یعنی اس شخص کی سیرت وکردار سے اعلیٰ سیرت کس کی ہو سکتی ہے جس کی پوری عمر قسم خود خالق کائنات اٹھائے، اسی لیے جب اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی سیرت طیبہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمانے لگیں: ''كان خلقه القرآن'' کہ پورا قرآن کریم آپ کی سیرت طیبہ کا حسین پرتو ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے حسن وجمال اور اخلاق وعادات کی تمام خوبیاں اور کمالات اور اعلیٰ صفات آپ کی ذاتِ گرامی

میں جمع فرمادی تھیں اور آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ'' ''مجھے مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔''

حبِ النبی ﷺ: نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمام مخلوقات حتیٰ کہ اپنے جسم و جان سے بھی زیادہ محبت کرنا ایمان کا جزء لازم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ (التوبہ: ٢٤) ''فرما دیجیے! اگر تمھارے آباء و اجداد، اولاد و احفاد، زنان و ازواج، قبیلہ و خاندان اور کمایا ہوا مال و منال اور تجارتی کاروبار جس میں تمھیں نقصان کا اندیشہ ہے اور تمھارے پسندیدہ قصور و محلات تمھیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہیں تو حکمِ الٰہی (عذاب) کا انتظار کرو اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

امام قرطبی فرماتے ہیں: ''یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ سے محبت کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے اور یہ محبت ہر عزیز اور پیاری چیز کی محبت پر مقدم ہے۔'' (تفسیر القرطبی)

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ'' (صحیح مسلم، رقم: ٤٤) ''کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے اہل و عیال مال و منال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔''

سیّدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے سیّدنا عمر کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! آپ میری جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب و پیارے ہیں۔'' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ'' فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ: فَاِنَّهُ الْاٰنَ وَاللّٰهِ! لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ'' فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ''اَلْاٰنَ يَا عُمَرُ'' (صحیح بخاری، رقم: ٦٦٣٢) ''(آپ ﷺ نے فرمایا) ہرگز نہیں! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، حتیٰ کہ میں آپ کے نزدیک آپ کی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔'' (تب تک تمہارا ایمان کامل نہ ہوگا) تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اللہ کی قسم! اب آپ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہیں۔'' تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر! یہ ہے (ایمان کی) اصل حقیقت۔'' علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان ''اَلْاٰنَ يَا عُمَرُ'' کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ: ''یعنی تمہارا ایمان اب مکمل ہوا ہے۔'' (عمدۃ القاری)

نبی اکرم ﷺ سے محبت کی علامتیں: ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ نے چند علامات کا تذکرہ کیا ہے: (١)...... نبی اکرم ﷺ کے دیدار اور صحبت کی شدید تمنا۔ (٢)...... نبی اکرم ﷺ کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب۔ (٣)...... نبی اکرم ﷺ پر جان و مال نچھاور کرنے کے لیے ہمہ وقت کامل استعداد۔ (٤)...... نبی اکرم ﷺ کی سنت کی حمایت و تائید اور آپ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع۔ جس شخص میں یہ نشانیاں موجود ہوں وہ شکر ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں اپنے حبیب ﷺ کی محبت ڈالی ہے۔ (نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں ص:٢٤)

اطاعت اور اتباع: اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے انبیائے کرام اور رسل عظام علیہم السلام کو مبعوث کیا، ان کی بعثت کا مقصد اور غرض و غایت یہ تھی کہ اہل جہاں ان کے ارشادات اور نواہی کی تعمیل اور ان کے سنت اور طریقے کی اتباع و پیروی کریں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (النساء: ٦٤)

''ہم نے تمام رسولوں کو صرف اس لیے مبعوث کیا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی اتباع کی جائے۔'' چونکہ انبیاء اور رسل علیہم السلام، اللہ تعالیٰ کے پیغامبر اور احکامِ الٰہی کو لوگوں تک پہنچانے والے ہوتے ہیں، اس لیے ان کی فرمانبرداری دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء: ٨٠) ''جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔'' اس لیے کہ ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (النجم: ٤/٣) ''آپ (نبی اکرم ﷺ) اپنی مرضی سے کچھ نہیں فرماتے، بلکہ وہ تو وحی ہوتی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔''

آیات مذکورہ سے واضح ہے کہ امت پر نبی اکرم ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری فرض ہے اور آپ کے ارشاداتِ گرامی اور سنت مطہرہ کی مخالفت حرام ہے۔

ارشاد ہے ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (النور: ٦٣)

''اس (رسول اکرم ﷺ) کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔''

''عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى، قِيْلَ وَمَنْ اَبٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى'' (صحیح بخاری، رقم: ٧٢٨٠) ''سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری تمام امت جنت میں جائے گی سوائے اس کے جس نے انکار کیا آپ سے دریافت کیا گیا: کہ انکار کرنے والا کون ہے؟ فرمایا: جس نے میری پیروی کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو گویا اس نے انکار کیا۔''

❀...... آپ ﷺ کی اطاعت رشد و ہدایت کا واحد ذریعہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾

''اگر ان (نبی کریم ﷺ) کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔''

❀...... آپ ﷺ کی اطاعت و پیروی ہی محبت الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (آل عمران: ٣١)

''(اے نبی ﷺ!) فرما دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت بھی کرے گا اور تمہارے گناہ بھی بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

❀...... آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری قبولیت اعمال کے لیے شرط ہے۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ (محمد: ٣٣)

''اے اہلِ ایمان! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔ یعنی عمل میں اخلاص کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی اطاعت و پیروی شرط و لازم ہے۔''

اور امّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ'' (صحیح بخاری، رقم: ٢٦٩٧)

''جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی نئی چیز نکالی جو اس میں نہیں ہے پس وہ مردود ہے۔''

مذکورہ نصوص سے واضح ہے کہ ایک نبی کریم ﷺ کا طریقہ اور طرزِ عمل ہے جس کو اختیار کرنا فرض ہے اور اس کے مقابلے میں ایک وہ طریقہ جو مردود ہے، آپ ﷺ کے طریقے کو سنت اور جو کام دین میں نیا ایجاد کیا جائے اسے بدعت کہا جاتا ہے۔

سنت رسول ﷺ کا مفہوم: نبی کریم ﷺ سے باسند صحیح ثابت شدہ اقوال، افعال اور تقریرات کو سنت کہا جاتا ہے، یعنی آپ نے امت کو جو کام کرنے کا حکم دیا یا منع کیا یا جو کام امت کو عملی طور پر دکھائے یا جو کام آپ ﷺ کی موجودگی میں کیے گئے اور آپ نے ان پر خاموشی اختیار کی اور منع نہیں کیا (تقریرات) سنت کہلاتی ہیں۔

بدعت کی تعریف: دین اسلام میں ایجاد کردہ ہر وہ نیا کام جس کی اصل نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو بدعت کہلاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ" (صحیح مسلم، رقم: ۴۴۹۳)

"جس نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے حکم کے مطابق نہیں ہے پس وہ مردود اور نا قابل قبول ہے۔"

مثلاً اذان سے پہلے کچھ پڑھنا، کیونکہ اذان نبی پاک کے زمانہ میں بھی دی جاتی تھی اور سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ 'اللہ اکبر' سے اذان شروع کرتے تھے، اب اپنی طرف سے اضافہ کرنا خلافِ سنت ہوگا اسی طرح نماز کے لیے بول کر نیت نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں۔ وعلی ہذا القیاس۔

اور آپ نے مزید فرمایا: "فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ" (سنن ابوداؤد، رقم: ۲۱۱۸۔ سنن ترمذی، رقم: ۱۱۰۵)

"بلاشبہ دین میں ایجاد شدہ ہر نیا کام بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی انسان کو آگ میں لے جائے گی۔"

العیاذ باللہ مذکورہ حدیث میں پاک نص صریح ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے، لہٰذا جس حدیث پاک سے استدلال کر کے بدعت حسنہ اور سیئہ کی تقسیم کی جاتی ہے وہ استدلال درست نہیں ہے، کیونکہ ایک تو وہ کام نبی پاک ﷺ کی موجودگی میں ہوا یعنی صدقہ دینے کا اور دوسرا اس کا حکم پہلے موجود تھا وہ کوئی نیا کام نہیں تھا اور دوسرا سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب تراویح کا باجماعت اہتمام کروایا تو اس وقت ان کا یہ فرمان: "نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ" یہ لفظ اس کے لغوی معنی میں مستعمل ہوا، یعنی آپ نے تراویح کا باجماعت اہتمام اپنی طرف سے نہیں کیا تھا، بلکہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں ایسا ہو چکا تھا تو اس کی اصل موجود تھی آپ نے تو ایک ثابت شدہ سنت کا احیاء کیا تھا، لہٰذا اس سے بدعت حسنہ کے لیے راہ نکالنا درست نہیں ہے۔ لہٰذا دینی امور میں جو کام نبی اکرم ﷺ نے کیا یا حکم دیا یا آپ کی موجودگی میں ہوا اور آپ ﷺ نے سکوت فرمایا، اسے کرنا سنت ہے اور جسے آپ نے ترک کیا ہے اسے چھوڑنا سنت ہے، شریعت کے کاموں میں کرنے کی دلیل طلب کی جاتی ہے یہ نہیں کہا جاتا کہ اگر کیا نہیں تو منع کہاں کیا ہے؟ کیونکہ یہ اتباع کے مفہوم کے منافی ہے، اور اسی طرح عادات مثلاً لباس اور سواری وغیرہ کو عبادات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ حدیث پاک واضح ہے۔ "امرنا" یعنی امر دین اور اسی طرح جس کام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو جائے وہ بھی سنت کے ضمن میں آتا ہے، کیونکہ ارشادِ نبوی ہے: "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ" (سنن ابوداؤد، رقم: ۴۶۰۷۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۶۷۶۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔)

لہٰذا ہمارے لیے واجب الاتباع نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے، اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"لَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ" (صحیح مسلم)

"اگر تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔"

اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مَا كُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ ﷺ لِقَوْلِ أَحَدٍ" (بخاری) "میں کسی شخص کے قول پر نبی اکرم ﷺ کی سنت نہیں چھوڑ سکتا۔"

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اذا قلت قولا يخالف كتاب الله وخبر الرسول ﷺ فاتركوا قولي." (صفة الصلوٰة، بحواله "الايقاظ")

"اگر میرا کوئی قول ایسا ہو جو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول ﷺ کی حدیث کے خلاف ہو تو میرے قول کو ترک کر دو۔"

نیز فرمایا: "اذا صح الحديث فهو مذهبي" (صفة الصلاة: بحواله ابن عابدين"

صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔ یعنی جب آپ کو صحیح حدیث مل جائے تو اس کو میرا مذہب سمجھو اور اسی پر عمل کرو۔"

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "انما انا بشر اخطی واصيب، فانظروا في رائی، فكل ما وافق الكتاب والسنة فخذوه، وكل مالم يوافق الكتاب والسنة فاتركوه" (صفة الصلاة: بحواله ابن عبد البر)

"میں بشر ہوں، میری بات صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی، لہٰذا میرے اقوال کو دیکھو، ان میں جو اللہ کی کتاب اور نبی پاک ﷺ کی حدیث کے مطابق ہو اسے پکڑ لو اور جو اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔"

امام شافعی فرماتے ہیں: "كل ما قلت فكان عن النبی خلاف قولي مما يصح فحديث النبی ﷺ اولی فلا تقلدونی" (صفة الصلاة)

"میرے جتنے اقوال ہیں اگر ان کے خلاف نبی اکرم ﷺ کی صحیح حدیث مل جائے تو حدیث نبوی کی پیروی اختیار کرو اور میری تقلید نہ کرو۔"

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: "رای الاوزاعی، رای مالك ورای ابی حنيفة كلها رای وهو عندی سواء وانما الحجة فی الآثار." (صفة الصلاة: بحواله ابن عبد البر)

"امام اوزاعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ سب کی رائے ان کی اپنی رائے ہے، میرے نزدیک سب آراء برابر ہیں، قابل حجت صرف اور صرف احادیث مبارکہ ہیں۔"

اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے امت کو یہی درس دیا ہے جو کہ ان برگزیدہ شخصیات نے ہم تک پہنچایا۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِي" (مؤطا: ۲/۸۹۹، رقم: ۳، کتاب القدر)

"میں آپ میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے، وہ اللہ کی کتاب اور میری سنت (حدیث) ہے۔"

لہٰذا کلمہ گو مومن کو ہر عمل کرنے سے پہلے دیکھنا چاہیے کہ اس عمل میں نبی اکرم ﷺ کا اسوہ اور طرزِ عمل کیا ہے اور اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے، مثلاً وضو کرنے سے پہلے جاننا ضروری ہے کہ نبی اکرم ﷺ

وضو کیسے کرتے تھے اور نماز پڑھنے سے پہلے دیکھنا چاہیے کہ احادیث صحیحہ میں نبی اکرم ﷺ کا طریقہ نماز کیا ہے؟ تاکہ اس کے مطابق نماز ادا ہو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت حاصل کرے، کیونکہ آپ کی سنت سے ہٹ کر کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو قبول نہیں۔ وعلی ہذا القیاس۔

رفیق اعلیٰ سے ملاقات: رحمت عالم ﷺ نے تبلیغ نبوت ورسالت کے ۲۳ سالہ دور میں دنیا میں وہ فقید المثال اور عظیم الشان انقلاب بپا کیا کہ تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ قانونِ الٰہی کے مطابق آپ ﷺ بھی اپنے فرائض کی نہایت کامیابی کے ساتھ انجام دہی کے بعد بالآخر ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بروز سوموار چاشت کے وقت دنیا سے رخصت ہو کر رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ (انا للّٰه وانا إليه راجعون) اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ۶۳ سال اور چار دن ہو چکی تھی اور مدینہ طیبہ میں اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں مدفون ہوئے۔ آپ ﷺ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ لیکن آپ کی نبوت ورسالت قیامت تک کے لیے جاری وساری ہے۔

نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام: نبی اکرم ﷺ کی امت پر شفقتیں اور دین کے لیے جدوجہد اور امت کی بخشش کے لیے محنت وکاوش کا تقاضا یہ ہے کہ امت آپ کی ذاتِ اقدس پر بکثرت درود وسلام بھیجے، آپ پر درود وسلام نہ بھیجنے والا بخیل ہے۔ (سنن ترمذي، رقم: ٣٥٤٦۔ التعليق الرغيب: ٢٨٤/٢) آپ ﷺ پر ایک مرتبہ درود پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں حاصل ہوتی، انسان کے دس گناہ معاف ہوتے اور دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ (سنن نسائي، رقم: ١٢٩٧۔ مسند أحمد: ١٠٢/٣) اور کوئی مومن وموحد جس قدر زیادہ درود پڑھے گا اسی قدر آپ کی شفاعت کا مستحق ہوگا۔ (مسند احمد: ١٠٨/٤) **اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد، اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد.**

☆☆☆☆